













# اردو کی بہترین کتابیں

مندرجہ ذیل کتب جو مادہ سہند کے بہترین ناموں کا پتھر ہیں اور ہم طلبہ کی

## علم المعیشت

زمانہ حال کے تمدن و ترقی کے پیچیدہ مسائل حالات و بہاب اس وقت تک پہنچ رہے ہیں آسکتے جب تک علم پوٹیکل اکالونی ریاست مدن کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اس کتاب میں شکل سے شکل مسئلہ کو نہایت خوبی اور سلاست سے بیان کیا گیا ہے۔ قیمت بجلد العر

## تاریخ تمدن

تمدن کی تاریخ سے لیکر انتہائی مسئلہ تک بحث کی گئی ہے یہ کتاب واقعات پر غور کرنا اور صحیح نتائج اخذ کرنا سکھاتی ہے۔ قابل مصنف نے انسانی تمدن کے متعلق ایک عجیب غریب اصول قائم کئے ہیں اور تاریخی واقعات کے انبار لگا دئے ہیں۔ حصہ اول غیر مجلد چھ حصہ دوم غیر مجلد چھ حصہ سوم مجلد

## امراکے ہنود

شاہان مغلیہ کے عہد کے قریباً پانچ سو ہندو ناموراہرائے کے حالات درج ہیں۔ اور انگریز مورخین نے جو غلط الزام مسلمان بادشاہوں پر لگائے ہیں ان کی قطعی تردید کی گئی ہے اور ہندو مسلمانوں کے برادرانہ تعلقات نہایت ہی گہرے اور خوشگوار دکھائے گئے ہیں۔ غیر مجلد ۱۱۰ کاغذ معمولی

## تاریخ اخلاق یورپ

اٹھارہویں صدی عیسوی اور اس سے قبل کی معاشرتی زندگی۔ مذہب اور اخلاق کی معلومات کا سیرت انگریز و غیرہ اور انگریزی کی نہایت ہی عالمانہ کتاب کا ترجمہ ہے حصہ اول سے حصہ دوم سے کلیات اکبر الہ آبادی انسان العصر حضرت سید اکبر حسین صاحب سابق شیخ

# انتساب

اس ناچیز ترجمے کو مہنتی کے مشہور نامور مصوفی منش

بزرگ جناب بدرالدین عبداللہ قورصاحب کے نامی

اسم گرامی سے نسبت دیجاتی ہے۔

گر قبول آفت زہے عز و شرف





# ویسا چہ از مترجم

حضرت بلتھے شاہ جن کا محققہ مذکورہ ذیل کے صفحات پر پیش کیا جا رہا ہے۔ پنجاب کے ایک مشہور صوفی و مفتی بزرگ ہیں۔ ان کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سٹریٹس ایف انچورس - اسٹیٹس پبلسیشنز نے ان کے کلام پر دو تفصیل سے خام نثر لکھی کی ہے جو ہر لکھنؤ سے غور سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

بلتھے شاہ کی کائنات زیادہ تر "ہمہ اوست" کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ صحابا اس عقیدہ کی بچائی کو تسلیم کرنے سے انکار کریں۔ لیکن کم سے کم وہ اس امر سے انہیں نہیں کر سکتے کہ جو لوگ بے لوث اور غیر متصنّفانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، جو دنیا کے فاسق، خنڈ فاق کوٹھاکر و فی فوٹے سناٹا کو، ایسے مقصد تک پہنچانے کا مقصد کچھ نہیں رہتا سکتے ہیں۔ اور جو دنیا میں ایسی سکون، اطمینان و توکل کا وہ عقیدہ کے خواستہ مند ہیں، ان کے لئے اس عقیدہ سے بہتر کچھ نہیں ہے۔ لہذا بلتھے شاہ کی نثر حضرت مزہب صوف اس سبھی پر کما حقہ درخشے۔

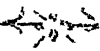
زما حبت اول غبار کثرت غمگین بہتر کہ بہر زہر دوحہ حبت صوفین

مذہب حق مشوک تو نسبت زہر و حبت دوحہ حبت صوفین

حضرت بلتھے شاہ کے جو کہ باہمی افہامی عام ہوئے ہیں ان سب کے اس انداز کا پتہ بلتھے شاہ کے کتب سے لگتا ہے۔ ان کے تصنیفات میں ایک نہ تھی۔ وہ اول اور سولوں کو ان کے پچاس سال بعد ہی لکھے۔ اور وہ زندگی میں کسی نسیم کا فرق نہ رکھتے تھے۔ بظاہر ان کا مشن کبیر اور بابا گوردوانا تک کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لانا تھا۔ اور اس ملک میں جہاں سب کے زیادہ ان دونوں قوموں تھی جو اور جہاں بھی وہ روئے گا۔ اور باہمی اتحاد پیدا نہیں ہو گا جسکی ہندوستان کے مستقبل کو نیا بنا بنانے کیلئے ضرورت ہے۔ حضرت بلتھے شاہ جیسے بزرگوں کے حالات کی اشاعت اور خیالات کا پورا پورا نمونہ ہے۔ مفید نتائج پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔ لہذا یہ کہ فرادین، پورٹریٹ، آرمیٹا، کلاما اور کونیک، ضمیراء الین احمد برنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تذکرہ حضرت بٹھے شاد و حیدر صاحب



میں مرادیک چیر کا محسوس و مفہوم ہوں۔ میں زمانہ ہجرت، خاندانہ زمانہ میں بچہ  
 ہی میں بٹھے کی زندگی سے ہر سال کے دنوں میں گزرتا ہوں۔ میں صبح ہوتا  
 تم سے گروہ پیشین نمونہ شے کو دیکھتا ہوں۔ ہجرت سے پہلے کو ہا نظرت سے پہلے ہوتا  
 یا پچھو لو میں وہ ہوں جو بچے سے نصرت کرتا ہوں۔ وہ ہے ہجرت سے پہلے کے زمانے  
 میں ہی مضرب ہوں اور میں ہی مضرب ہوں۔

میں وہ نشان ہوں جس پر تیر نہیں لگے۔ وہ میں دیکھتا ہوں جو نشانہ سب پر لگ گیا ہو۔  
 میں وہ سب ہوں جس کا ہوسہ لیا جاتا ہے۔ وہ وہ لیکھے دلف جو سانس متا  
 جانتے ہیں وہی سر شہر میں ہے۔ یہ ہی ہر طلب، طلب اور مطلوب ہے ہجرت  
 اور جسم صریح لکھی ہیں تی ہوں۔

اب تو سون کی طرف سے لکھا کہ خدا سے کیا پوچھا ہے؟ میں میں  
 ہوں اور تیر تیر۔ پتہ میں دیکھنے ہوں۔ وہ دیکھتا ہے۔ یہ ہے۔ ہوں جس کے  
 تو پتہ سے لکھتا ہے۔ شمشیر کرنا ہے۔ یہ صرف اپنے آپ ہی جسے جو کرے۔ تو  
 میں ہے۔

پنجاب کے ایک مشہور شاعر کے کلام کی "سوئٹ برن" کے کلام سے ابتدا کرنا تھا عجیب معلوم ہو لیکن چونکہ یہ بات ہم سے بار بار کہی گئی ہے کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب اور یہ دونوں آپس میں کبھی نہیں ملیں گے" اس لئے بعض اوقات کیپلنگ کے خلاف آواز بلند کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ دکھانا کہ اس اعلیٰ درجہ تک سوئٹ برن کے خیالات جو نظم ہر تھا میں ظاہر کئے گئے ہیں، جیسے شاہ کے خیالات سے جو پنجاب کے ایک زبردست صوفی شاعر ہیں، ملتے جلتے ہیں۔

جیسے شاہ فرماتے ہیں کہ "خدا نے مجھے اپنا جمال دکھایا ہے"۔ وہ غیر محدود ہے۔ وہ نہ تو کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کبھی پیدا ہو گا۔" انزل میں وہی موجود تھا اور اس وقت کوئی بھی اس کا دیکھنے والا نہ تھا۔ اس وقت یہ سوال ہی قائم نہ ہوا تھا کہ اس کی ہستی کیا ہے یا یہ کہ اس کا نام کیا ہے؟

بے چوں و بیچگونہ سی      بے شہر و بے نمونہ سی  
ناں کوئی رنگ نمونہ سی      ہن گونا گوں حمزار

ترجمہ۔ اس وقت وہ پیش اور کیا تھا۔ کوئی شے اس کی مانند نہ تھی۔ اور وہ تنہا تھا لیکن اب وہ ہزار نا جلووں میں دکھائی دے رہا ہے؟

آئیے آج آپے چہ تر      آپے مار نہ دھیا

یہ چار سوئٹ برن ان میں مشہور ہیں۔ یہ سوئٹ برن ہی سے اسے نظم لکھنے کا شوق تھا۔ شاعر نے انگریزی میں اس سے بڑھ کر شاعر پیدا نہیں ہوا۔ اسے سمندر کے نفاک سے بے اٹھنا و بچسی تھی۔ مشہور بین مغرب کے مرض میں اس کا انتقال ہوا۔ جزیرہ ویشٹ میں سمندر کے قریب وہ مدفون ہے۔ وفات سے بعد ہمیشہ شاعر کے، سبکی شہرت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔

۱۵۔ ڈی۔ رو کیپلنگ موجودہ انگریزی شعرا میں جسے زیادہ مشہور میں مقدم پیدائش کے درمیان اور وہ موجود ہے۔ اس کی کتابیں معزز عہد پر ممتاز تھے۔ یہ اقتباس کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے" اسی کے نمونے لیا گیا ہے۔ مترجم



وہ کس قسم کے آدمی تھے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے  
 اثر و پہلے ہی سے صوفی منش تھے۔ یہاں کہ ان کے پیر و مرث حضرت عثمانیت شاہ صاحب  
 قادری کی بدولت انہیں بدولت تصوف نصیب ہوئی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ جس نفس کشی  
 اور ایثار کا وعظ کہتے تھے، خود بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے شادی نہیں کی۔  
 اس بارے میں انکی ہمشیرہ نے بھی انکی نقل لیکر لکھی ہے۔

حضرت شاعر کا زہد و اتقا اور ان کے کلام کی دلکش سادگی ہی دو ایسی چیزیں ہیں  
 جنہوں نے انے کلام کو پنجاب کے صوفی منش اصحاب میں مقبول بنا دیا ہے۔ لیکن چونکہ  
 انکی نظمی پنجابی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے انکی شہرت کا دائرہ صرف پنجاب تک  
 محدود ہے۔ ہاں پنجاب کے ان لوگوں تک جو ان مقامی محاوروں کے مطابق لکھی ہوئی  
 کتابوں کو پڑھنے سے ہمیں پہچانتے ہیں۔

خصوصاً کافیل کی زبان اور ان کی بندش وزن کی طرح بالکل سادہ ہے اور انکی  
 مختلف روئیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ لیکن اشعار عموماً مروجہ گیتوں کی صورت میں  
 ہیں۔ اور ہر بند کی روئیں اور قافیے سوئٹن برن کی نظم "بھور ٹوان" *Before Dawn*  
 کے سے ہیں۔ اگر قافیہ اور روئیں کو مختلف حروف سے تعبیر کیا جائے  
 تو کافی کے ہر بند کی شکل اس طرح سے قائم ہوتی ہے :-

را، الف - الف - الف - ب

۱۵۔ بزرگ ذات کے را نہیں تھے۔ انہوں نے تصور کی بود باش اس جگہ کے افغانی گورز حیدر خان  
 نامی کی دشمنی کے باعث چھوڑ دی تھی۔ اور جس داناں لاہور میں آ رہے تھے۔ جہاں انکا مزار اب تک  
 قائم ہے۔ بچھے شاہ ایک نظم میں اپنے پیر و مرشد کی ذات کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں  
 "لے بچھے شاہ! اگر تھیں باغات اور جٹھے حد کا ہیں تو مالی بن جاؤ۔" معشوق حقیقی، کی ذات  
 ریہ نسا۔ سید، لکھا ہے۔ سند تو وہی ہے، مگر لہجہ اور رنگ مختلف ہے۔

(۲) ب - ب - ب - ج

(۳) ج - ج - ج - د وغیرہ وغیرہ

ان میں خیالات کی پھسپھی بہت کم ہے۔ اور ان کی بعض نظموں میں موجودہ اسلامی تصانیف کے برخلاف سنسکرت کے الفاظ کی بھرتی زیادہ ہے جس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ سترہویں صدی کی پنجابی میں آجکل کی مردہ پنجابی کی نسبت عربی و فارسی کے الفاظ کم متعل تھے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ وہ سادہ و سورشنی ناماتھی کی دوستی کی وجہ سے ہندو اور فلسفہ (دیدانت) کی اصطلاحات سے واقف ہو گئے ہوں۔

یہ کہنا تقریباً غلط ہے جیسا کہ ”ملتان گزٹیر“ میں مندرج ہے کہ ”نظمن (کافیاں) ملتان کی پنجابی زبان میں لکھی ہوئی ہیں“ اس میں کچھ شک نہیں کہ انہیں بعض اوقات ایسے میں جو یہاں کے پنجابی الفاظ سے مشتق ہیں۔ لیکن راولپنڈی سے دہلی اور دہلی سے ملتان تک کے ہر دو مقامی کی سمجھ میں بخوبی آسکتے ہیں۔

پچھے شاہ کی فیاض طبیعت جس نے ذات اور برادری کی امت امت کو مٹا دیا تھا۔ بالآخر ان کی زندگی ہی میں انھیں پابند مذہب نہ ہونے کا الزام دلانے میں کامیاب ہو گئی لیکن ان کی زندگی کی پاک روش نے تمام متعصبین کے منہ بند کر دئے اور اس وقت سے انہوں نے اتنی درویشانہ شہرت حاصل کی ہے کہ اب وہ ”حضرت“ کے معزز لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اور یہ وہ لقب ہے جسے مسلمان صرف اولیاء اور انبیاء کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں۔

مثلاً آسان پڑھیا علم حقیقی ہے ایسے اوتو حرف حقیقی ہے  
پڑھو گڑے سب دوسکی ہے ریتوں رولا پایا بھندے

ترجمہ میں نے علم حقیقی حاصل کیا ہے یہاں صرف ایک ہی پچا حرف و لینی الف جو خدا نے تعالیٰ کو ظاہر کرتا ہے  
یہ تو خدا نے ظاہر کیا ہے اور یہ حرف تو لینی بھنگے مول لیا کرتے ہیں پڑ مترجم

ذہبی فلسفہ کی مناسبت کو مد نظر رکھ کر یہ بتانا بہت ہی مشکل امر ہے کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے۔ یہ کچھ کچھ تہہ اوستا سے جس کی تشریح سوئٹن برلن نے اپنی نظم ”ہر تھا“ (Hertha) میں نہایت بلاغت کے ساتھ کی ہے، ملتا جلتا ہے۔ اس میں ماجد الطبیعیات محبت کے اظہار خیالات سے رنگ آمیزی کی جاتی ہے جس کی مثال مغربی دنیا کو ”امثال“ میں مل سکتی ہے۔ چنانچہ یہ عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز ذات ہے، یعنی تعالیٰ کا منظر ہے۔ اور یہ کہ انسان کا روحانی مقصد خدا سے تعالیٰ کی روح سے وصل ہونا ہے۔ روحانی نجات اور ابدی خوشی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صوفی کسی پیر سے بیعت کرے جس طرح حضرت بلخے شاہ نے حضرت عثمان شاہ صاحب قادری سے بیعت کی:

مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیر مرشد کی ہدایت کے موافق وہ خدا کے راستہ کی تمام منازل طے کرے۔ وہ جلدی ہی باری تعالیٰ سے اس محبت کو جو صوفیاناہ شاعری کی جان ہے محسوس کرنے لگتا ہے۔ تمام دنیاوی لذات اور خواہشات ترک کر دی جاتی ہیں اور انتہائی عزم و عرض اور صفا و فکر کے بعد وہ خدائی بھید کو مسدود کرنے لگتا ہے۔ پھر روحانی ارضیاتی ریاضتوں کے ہی مرید جذب اور پیروی کے بھجنوں میں پڑ کر اپنے حواس ظاہری کھو بیٹھتا ہے۔ اور روحانی طور پر اپنی روح کو خدا سے تعالیٰ کی رحمت میں جذب کرتا ہے اور ابد تک وصل رہتا ہے:

اس میں کچھ شک نہیں کہ بلخے شاہ کے کلام میں تصوف کی منطقیہ و تشریح نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے فرض کر لیا ہے کہ سب سے ناظرین ان بڑے بڑے اور چوٹی کے اصولوں سے واقف ہیں جنکی تشریح نہ اپنے کلام میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں صرف تصوف کی ان باتوں کا ذکر ہے جن کو وہ اپنے خیال میں بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے کلام میں ایک خصوصیت جسے مغربی دنیا تعجب کی نظر سے دیکھے گی، ہے پیر



مرشد حضرت عنایت شاہ صاحب قادری سے مبالغہ آمیز اور تقریباً دیوانہ وار محبت کا اظہار ہے کہتے ہیں کہ ایک دن بلھے شاہ نے اپنے پیر کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حج کے لئے مکہ جاؤں اور ساتھ ہی مکہ معظمہ کی زیارت کروں۔ شیخ نے قائل کیا۔ اور اپنے مرید سے کسی اور وقت ایک تول کے مطابق تیسرے دن (نجات کا سیدنا اور سچا راستہ دکھانے کا وعدہ کیا۔ اسی شب کو بلھے شاہ نے خواب میں رسول اکرم کا چہرہ مبارک دیکھا۔ اور ساتھ ہی اپنے پیر و مرشد کا جو رسول اللہ کے وائیں جانب رونق افروز تھے۔ لیکن دونوں کی مشابہت میں کچھ فرق نہ تھا۔ مگر بلھے شاہ اپنے پیر و مرشد کی صورت کا رسول مقبول کی مشابہت انور سے مقابلہ کرنے پر کٹھنا کر کے آگے بڑھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”آپ میرے دین و ایمان ہیں۔۔۔ میں نے اپنے والدین اور گھر بار کو چھوڑ دیا ہے اور صرف آپ کا دامن پکڑ لیا ہے۔ لے میرے پیر و مرشد! میری محبت کی قدر کیجئے گا“ **طہ**

اس مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت بلھے شاہ عشوق حقیقی کی زندگی اور مستعمل صوفیانہ تصویر کشی کرتے ہیں۔ اور چونکہ تصوف کی اصطلاح میں عشوق سے ہمیشہ خدائے تعالیٰ مراد لیا جاتی ہے۔ لہذا نتیجہ نکلا کہ انہوں نے اپنے پیر کی تعریف کو غلو کے درجہ تک پہنچا کر اپنے مرشد حضرت عنایت شاہ قادری کو خدائے تعالیٰ سے ملا دیا ہے ❖

**طہ** وہ ہیں کافی میں فرماتے ہیں کہ شاہ عنایت بن کر آیا یعنی خدائے تعالیٰ نے اپنے آپ کو حضرت شاہ عنایت شاہ صاحب کی صورت میں ظاہر فرمایا۔ پھر وہ ۱۰۰ دین کافی میں اس طرح نمودار ہوئے کہ وہ سب کے مالک و حاکم ہیں“ کافی نمبر ۲ میں لکھا جاتا ہے کہ ”وہ میرے نزدیک خدا ہیں“ بلھے شاہ پیر و مرشد سے محبت کرنا عرف بلھے شاہ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ صوفیانہ شاعری کی جان ہے جو بچا گئے ایک اور زیارت صوفی شاعر حضرت سلطان باجوڑ فرماتے ہیں ”کاش میرے تمام جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں ہوتیں تو اس وقت بھی میں اپنے پیر و مرشد کو دیکھتا رہتا۔ کاش میری ایک پیرا آنکھیں ہوتیں تاکہ میں اپنے آقا کو دیکھتا۔ میرے نزدیک ایک پیر کو دیکھنا ایک پیرا آنکھیں دیکھنا اور میرے ہاتھ پر ہتھ پڑنا“

مشرق حقیقی کی یہ تصویر صوفیاء شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ڈاکٹری  
 آف اسلام مصنفہ بیور میں ایک صوفی شاعر کا کچھ کلام درج ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں  
 نے کل جس سلطنت بجایا اور اپنا خیمہ سب سے اونچے تخت پر نصب کیا۔ پھر میں نے  
 ایسی محفل میں جس میں باری تعالیٰ اجلاں نما تھا، شراب وحدت جام الہ سے پی پلا  
 حضرت بلخے شاہ کی بعض کافیاں اس قابل ہیں کہ اس مقام پر لکھی جائیں تاکہ  
 ناظرین کو محسوس ہو جائے کہ وہ اس مضمون کو کس طرح بیان کرتے ہیں :-

سیندا دیندا اول ہو گیا راہی

ان جھڑکے باہل مارے طعنے دیندے دیر پیارے

سیندا دیندا اول ہو گیا راہی

تو ہے تے آن نادو جب یا عقل نہ کر سب جاگوا یا

تیسرے حجبہ مشوق نے میرا دل چھین لیا ہے اور مجھے تنہا چھوڑ کر، بھاگ گیا ہے میری  
 والدہ مجھے سہزادش کرتی ہیں اور میرے والد مجھے مارتے ہیں اور میرے عزیز دوست  
 مجھے طعنے دیتے ہیں۔ اس نے تیرے دروازے پر بجایا۔ اس کی آواز سے میرے  
 عقل بوہوش سب کچھ جلتے رہے ہیں؟

گھڑ پالی دیو نکال نی

ہن پی گھر آیا لال نی

اگر توجہ صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو۔۔۔ اگر ہری مشوق کے ساتھ وصل نصیب نہ تو کس طرح  
 سے عین حاصل ہو سکتا ہے۔ جہاں کہیں پیارا نادہری موجود نہیں ہوتا وہ شہراہ گاؤں و درنج معلوم ہوتا ہے  
 اور زیور اور لبوں کی سہرا پیچ معلوم ہوتی ہے۔ جس عورت کا کوئی مشوق نہیں ہوتا وہ عمر  
 بغیر ورت کے ہوتی ہے؟

ہری سے مراد خدا کے تعالیٰ کی ذات ہے +

گھڑی گھڑی گھڑیاں کاجے رات وصل دی پیا گھٹا وے  
میرے دل ہی بات جے پاپے ہتھوں چاٹے گھڑیاں فی

گھڑیاں دیو نکال فی

ہن پی گھڑیاں لال فی

کچھ دیکھین و اعجب نظر آرا دیکھ لہذا گھٹ گیا سارا  
رین و تو ہی کیا کرے پنا را دن آگے دھڑو دہوال فی

گھڑیاں دیو نکال فی

ہن پی گھڑیاں لال فی

بھبھ شوہ دی چن پی پیری فی تیر تان برسے تاری

کویں کویں ہن آئی واری ہن و چھڑی پر دے مجال فی

گھڑیاں دیو نکال فی

ہن پی گھڑیاں لال فی

ترجمہ: پہرے وار کو گھڑی سمیت نکال دو۔ اب میرا مشوق میرے گھڑیاں پہرے

پہرے وار گھڑی گھڑی گھٹے بجاتا ہے اور اس طرح سے، وصل کی رات کو کم کرتا جاتا ہے

کاش اس کو میرے دل کے خیالات معلوم ہو جانے تو وہ باغی و گھڑی کو دیکھ چیک

دیتا اسجان اللہ! وصل میں کیا لطف ہے۔ میرے نام بیچ و منکر کا فور ہو گئے ہیں

کاش یہ رات لمبی ہوتی، اونچی دیوار کے ذریعہ سوچ کی کرنوں کو نذر آنے سے روک دے

پہرے وار کو گھڑی سمیت نکال دو۔ اے بلھے! عشق کی چھوٹوں کی بیچ بہت

بیاری ہے۔ میں نے اس کی مدد سے محبت کی ندی کو عبور کر لیا ہے۔ میں اتفاقاً اس

کے پاس آ گیا اور اب اس سے علیحدگی اختیار کرنا مجال ہے۔ پہرے وار کو گھڑی

سمیت نکال دو۔

میں دل چھیننے کی آہ نہ گئے میں وچ کی تقصیر  
 تو پاں تے تلواراں تووں کھے عشق تے تیرا  
 تازین سیندہ شکستہ سستی وئے پلتاں میر  
 عشتقے جیسا نہ ظالم کوئی ایز رحمت بو میر  
 اک دریا عن رحم نہ دئیے بڑی چھوڑ بڑی پیر  
 بھاشا دا ہے اے عنایت سبب میں تقصیر

مگر حجبہ: میر معشوق چلا گیا ہے اور مجھے ہمیشہ کے لئے (فرق میں جلتا) چھوڑ گیا ہے کافر  
 جیسے ایسا کونسا تصور سرزد ہو گیا ہے؟ رات بھر میری آنکھ نہیں لگتی اور دن بھر زار زار  
 روتارہتا ہوں۔ تیر محبت تموار سے زیادہ تیز اور توپ سے زیادہ خوفناک ہے۔ عشق سے تیر  
 اور کوئی چیز ظالم نہیں۔ یہاں علاج مرض ہے۔ اس کے علاج ہو جانے سے مجھے ایک لمحہ  
 کے لئے بھی چین نہیں آتا۔ مجھے سخت تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے شاہ گروہ مہر پور  
 ہو جائے تو میری تمام تکلیف خوشی سے بدل سکتی ہے۔

ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ معشوق (مجھ سے شرم نہ کر۔ میر معشوق میرے  
 نزدیک تصافی سے بے رحم ہے۔ چڑیوں کو پتھر مارنا تو گاؤں کے لڑکوں کے لئے ایک معمولی  
 بات ہے۔ لیکن خود چڑیوں کے لئے موت ہے۔..... اب میں سچان گیا ہوں کہ میر  
 معشوق بہت ہی حسین ہے۔ اس کے حسن کا تذکرہ ہر فرزند بشر کی زبان پر جاری ہے  
 ..... میں اس کا ایک اونٹے غلام رجار روپا کشا ہوں اور سلم کے جھاڑو سے  
 ہر روز میں محبت کی خاک کو روٹتا ہوں۔

فی میں ہن سنیاں عشق شرعی ناھا  
 محبت واک پی پیالہ تجھل جاؤں سب باتا  
 فی میں بن ستیاں عشق شرعی ناھا  
 منق حسنی، کنتر قندی، پڑھیا علم گنوا  
 فی میں ہن سنیاں عشق شرعی ناھا

مگر حجبہ: مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ شرع کہاں ہے اور عشق کہاں ہے۔ میر مجھ

ایک پیار پی کر سب دنیاوی باتیں بھول جانی چاہتا ہوں محبت سے آشنا ہونے کے بعد  
ایک شخص بردنواد یلم بھول جاتا ہے خواہ وہ منفق ہو یا علم و ادب، قانون ہو یا سائنس؟

فی سبتو میں گئی گو اچی

کھول گھونگھٹ مکھ ناچی

نام و نشان بسیرا سنیو جو اکھال تیں چپ کر سنیو  
ایہ گل مول کسے نہ کہیتو بلہا! خوب حقیقت جاچی

فی سبتو میں گئی گو اچی

کھول گھونگھٹ مکھ ناچی

رہیا نہ سیرا نام نشان مٹ گیا جھگاڑا شور  
پارا آپ جمال دکھائے مست فلندہ رموں متوالے

جسدے مال میں نینہ لگایا او جو حبیبی ہوتی

مترجمہ:- دوستو! میں ہمیشہ کے لئے معرفت کے جنگل میں راستہ بھول گیا ہوں۔

میں نے اپنے چہرے پر سے پردہ اٹھا دیا ہے اور یوں اندازہ راج رہا ہوں۔ دوستو! نہ تو

میرا کوئی نام ہے اور نہ کوئی نشان جس سے تم مجھے پہچان سکو۔ میں صرف اب یہ چاہتا

ہوں کہ تم خاموش رہ کر میری باتیں سنو۔ اس لئے کہ مجھے شاہ لے اب سچائی معلوم

کر لی ہے۔ "..... سب قسم کی بے اطمینانی جاتی رہی ہے۔ اور میں بے نام و نشان

رہ گیا ہوں۔ میرے پیارے مجھے اپنا جمال دکھا دے۔ میں مست فلندہ کی طرح متوالا

ہوں۔ مجھے اپنے پیارے سے یعنی جس سے مجھے محبت تھی، وصل حاصل ہو گیا ہے۔"

ہنرمند کے اصول کی فلسفیانہ سادگی نے بہت سے اہل مشرق کی توجہ اپنی طرف

اور انکی روحانی اور حسی تصویروں نے بہت سے شاعروں کے تخیل کو

تمونز کیا ہے۔ حافظ ایک صوفی تھے۔ عمر خیام کو اُنکے پاک صیانت و دستوں و درہ حور شاہ  
 ہمیشہ صوفی مانا۔ اور جب کہ عمر خیام نے کسی رباعی میں ظاہر کر لیا ہے۔ "نیک بھی ہی عقیدہ  
 تھا کہ جام شراب معشوق اور لال لال رخسار اعلیٰ روحانی سچائیوں کو ظاہر کرتے کرتے  
 محض نشانات ہیں۔ عمر خیام پر تنقیدرانہ نظر ڈالنے والوں کو ہمیں روحانیت کی پوہنت  
 کم آتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے شبہات کو ذکر و عودہ ٹھہرے کرتے تو یقیناً وہ مسکراہٹ کے  
 علاوہ کچھ اور جواب نہ پاتے۔ وہ چارے بہت سے حکماء کی طرح دونوں قسم کا فلسفہ  
 سے بھنی واقف تھے۔ بکتے شاہ صرف ایک ہی مندر کے پجاری رہے اور  
 وہ خالصتاً سیدھے ساوے صوفی تھے ۰

گلے کی مالالہ پہلوں کے بار۔ اور چوڑیوں سے لدی ہوئی باہیں۔ کالی کالی  
 معطر زلفیں چو شہاب کی طرح چمکتی ہیں۔ گلاب کے سے رخسار اور ہونٹ جو بیاختہ منہ  
 سے سبحان اللہ کہلاوا دیتے ہیں "ان سب چیزوں نے بلکہ شاہ پر چوڑے رشتت  
 کش درویش صوفی تھے اپنا اثر نہیں ڈالتا بلکہ ان کے نزدیک معشوق محض ایک  
 شاعرانہ تصویر تھی۔ جو خدائی روح کے ساتھ (جو ہر جگہ پہلی ہوئی ہے) انسانی وصل  
 اور اسخبر کا کامل وصل کی باطنی سچائی کو چھپائی اور وظاہر کرتی تھی۔ اور اگر وہ بعض  
 اوقات حسی جذبات کی زبان میں اعلیٰ روحانی سچائیوں کو ظاہر کرتے ہیں تو ہمیں یہ  
 بات یاد کرنی چاہیے کہ وہ صرف اس مشہور اور فلسفیانہ روایت کی تقلید کر رہے ہیں۔  
 اور جس کی بنیاد شاید ایشیائیوں کے نزدیک نصف سچائی پر قائم رہی ہو۔ اور وہ یہ ہی  
 کہ وجدانی حالت اور فاضل جذب جبر۔ ہو گیا۔ یہی چیز ہے۔ ایک قی ہیں۔ انسان کے  
 دل پر وجدانی محبت کی بلکی کر نیں جو انسان کی جہ سے باہر ہے۔ دلنے میں کلامیا پہوتی ہے  
 صوفیوں کے عقائد کی اصل جو کچھ بھی ہو۔ خواہ وہ اسلام کی ایک شاخ میں

اور خواد اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں۔ اور برہمنوں۔ بڑھوں اور فلاطین آہی کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہوں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک معمولی سنہ۔ اور سکا کے نزدیک تصوف۔ پیشواؤں۔ برہمنوں اور طریقوں کے بالکل خلاف ہے۔

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

ایںوین متھاز میں گھسا سیدا لہاں پا محراب دکھا سیدا  
پڑھ کلمہ لوگ ہسا سیدا دل اندر سمجھ نہ لیا سیدا

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

کئی حاجی بن آئے جی گل نیلے جامے پائے جی  
حج میرج ٹکے لے کھلے جی بھلا ایگل کینوں بھلے جی

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

اک جب گل حب میں جانے نی اک دلد روز لے کھانے نی  
بے سمجھ وجود تہکا نڈے نی گھر آدن ہو کے ماڈے نی

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

کے گیاں گل مکدی نامیں بھر دیں آپ سیکا گنگا گیاں گل مکدی نامیں بھینچاؤں غوطا لائے  
گیا گیاں گل مکدی نامیں بھینچاؤں کتنے پٹہ بہرا بلباشا گل تاہیں مٹی چہیں نوں کٹریاں تو پٹا

اک نقطے وچ گل مکدی ہے

پڑھ مشد عبد خدائی ہو وچ سستی بے پروائی ہو

بے خواہش بے لڑائی ہو وچ دل سے خوب صفائی ہو

ترجمہ:- اپنی پیشانی نماز میں ہے سو دیکھیں رگڑتے ہو۔ اور کیوں مذہب کی تلقین کر کے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دیتے ہو۔ جبکہ تم خود خدا تعالیٰ کو اپنے دل میں نہیں پہنانتے؟ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو حج کرتے ہیں اور نیلے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور

پہر روپے کے عوض ان روحانی فوائد کو جو نہیں مکہ جانے سے حاصل ہوئے ہیں۔  
 بچھرتے ہیں۔ لوگ اس دہو کے کو پسند نہیں کرتے۔ بعض ایسے بھی ہیں جو جنگل  
 میں بوز و باش خست یا راکر لیتے ہیں یا سحری سفر کرتے ہیں۔ اور روزانہ ایک واہانج  
 کا (یعنی نہایت ہی قلیل خوراک) کھاتے ہیں ایسے لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے  
 اپنے جسموں کو ناحق تکلیف دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیمار ہو کر گھر آجاتے  
 ہیں۔ اور خواہ مخواہ چالیس دن کا روزہ رکھ کر اپنی جان کو تکلیف دیتے ہیں۔  
 لیکن نہ تو مکہ جائیسے مجید صل ہوتا ہے جب تک کہ ہم خود اپنے دل میں اسے حل  
 نہ کریں۔ اور نہ گنگا جانیسے خواہ ہم سو نہ اس میں نہائیں۔ اور نہ گیا میں برسموں کو  
 زکوٰۃ دینے سے۔ مجید سنی۔ تمت حل ہوتا ہے جب ہم خودی (ازانیت) کو اپنے  
 دل سے نکال دیتے ہیں۔ کسی مدرسہ کا دانش پکڑ لو۔ خدا کے سچے بندے بن کر اسکی  
 پرستش کرو۔ اس کی دھن میں دلوانے بنے رعبہ۔ اور کسی بات کی خواہش اور پرواہت  
 نہ کرو۔ برہنہ سب خوب معافی پیدا کرو۔ بکھے! سچی بات بغیر کہے کب ترک سکتی ہے  
 فقط ایک لفظ میں سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کس خاموش صفائی کے ساتھ مذہب منہود اور مانا  
 پہ حملہ کرتے ہیں۔ ایسے ملک ہیں جہاں زیادہ تریبی دونڈا سب پائے جائیں جن میں سے  
 ایک کو دوسرے کے ساتھ کچھ واسطہ نہ ہو۔ ایک ایسے شخص کا موجود ہونا جو مذہب

رحمۃ صفحہ ۴۴) اس علامت سے عموماً حاجی لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ اب سب بزرگ  
 استعمال ہوتا ہے بکیر راتے ہیں کہ جو لوگ ساڑھے تین گنری دہوتی اور تہرا چینی پنتے میں جن کی  
 گردنوں میں ملاہی ہتی ہی ارجن کے ہاتھ میں غیب روتے ہوتے ہیں۔ یہ بارس کے دھوکہ باز سادہ کہلا  
 مستحق نہیں ہیں۔ ایسے فقیر مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ اگرچہ یہ گنگا ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی  
 کرتے ہیں لیکن اسپر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان کا چہرہ نہیں چھونا چاہیے!



کی پابندیوں سے علیحدگی رکھتا ہوں۔ اور جو بیخبر لکڑی و نفعہ کے دونوں مذاہب پر نکتہ چینی کر سکتا ہو ایک معمولی پانت نہیں ہے۔ بھے شاد کی دوستی ایک سہرا فقیر نہایت روشنی تاتھ کے ساتھ اس امر کو مانا کرتی جو کہ اور ذات میں اپنے خیالات کی بے تعصبی کو عملی صورت میں لانے کی ولیہ رہی تھی اور دوسرے وہ ذات پانت کی تیرہ کے سبب اپنی دوستی کو دیکر نہیں ہونے دینے تھے ان کی یہ حرکت ان کے ہم ندر سہول کو ہمیشہ نہیں معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنے کارفرمودہ ہونے کا زہر لگا دیا۔ اور ایسے خطا پانت میں جن کو پہلے مسلمان ان لوگوں کے سچے جو ذرا دین سے بہت جاتے ہیں استعمال کرتے ہیں لیکن حضرت شامی بہت ہی مستقل ہیں۔ اور اپنے کٹھ دوستوں کے الزامات اور جھگڑوں کا برابری کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ اور کسی کالیسی کا رشتہ بڑے دور ہو سکے باز پنا کو

برہی طرح خبر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں،

پڑھ پڑھ مسلم ہو با پو	ہے صہاں نور نشت کھایا
پڑھ پڑھ فضل ساز کنزیریں	آجہوں بانگیاں جھانگیاں ماریں
مہر چڑھ کے وعظ پکارتیں	تینوں کیتا حسد عن خواہ
پڑھ پڑھ مہرے روز سادیں	کھانا شک شبہ دکھایا ہیں
پڑھ پڑھ کماں ہوئے قاضی	اللہ علمساں باجوں رضی
بتا ملہ حسد از میں پڑھیا	جھگگاپا اسدا مسٹریا
گل وچ طوق لعنت دا پڑیا	آخہر گیا اہ بازی ہار
پڑھ پڑھ علم لگاویں طہیر	قرآن گستاہاں چار چو فیر
گر دے چافن وچ انھیر	باجوں رہے خبر نہ سار

علموں بس کریں ادیار

علموں بس کریں ادیار

ترجمہ علم پڑھ کر تم عالم تو بن گئے۔ لیکن جاہلوں کو ہٹتے ہو۔ تم باوا بلند نمازیں پڑھتے اور غلط کہتے ہو۔ لیکن نفسانی خواہشات نے تمہیں بدنام کر رکھا ہے۔ تم خطبے پڑھتے ہو۔ لیکن ساتھ ہی شک و شبہ کی خوراک رصراہ کھاتے ہو۔ علم پڑھ کر تم ملّا اور قاضی بن گئے ہو۔ لیکن خدا تو بغیر علم کے ہی خوش ہو سکتا ہے۔ شیطان سب سے زبردست عالم ہے لیکن لعنت کی زنجیریں اس کی گروں میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور آخر میں بازی مار گیا ہے تم اپنے گروپیش قرآن شریف اور دیگر کتابیں بھرت رکھتے ہو۔ لیکن تمہارے ارد گردوشنی ہے اور خود تمہارے دل میں اندھیرا ہے؟

جب ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے طنزاً یہ بات پوچھی کہ آپ ذات پات اور مذہبی تفریق کا لحاظ کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ”تم میری ذات کیوں پوچھتے ہو؟ میری ذات تو وہی ہے جو حضرت آدمؑ کی ذات ہے“ یہ جواب اگرچہ لفظاً سنجیدہ ہے۔ لیکن اس نے دشمنوں کے منہ بند کر دیئے۔ آگے چل کر اسی کے ضمن میں فرماتے ہیں:-

ہندو ناں نہیں مسلمان	ہئے تر بنج تاج ایہمان
سنی ناں نہیں ہم شیعہ	صلح کل کا مارگ لیا
بھکے ناں نہیں ہم ربتے	تنگے ناں نہیں ہم کجے
روڈے ناں نہیں ہم ہدے	اچڑے ناں نہیں ہم دسدے
پانی ناں سوہ ہریئے ناں	پاپ پن کی راد : جہان
بلہا! شوہ جو ہر چیت مانگے	ہند وترک دو جہن تیا گے

ترجمہ: میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان۔ نہ سنی اور نہ شیعہ۔ میرا مسلک تو صلح کل ہے۔

حضرت بابائے صلح کل کا ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ ”ماتے تو دو ہیں یعنی مذہب جو دواور اسلام، لیکن خدا یک ہے“ حضرت کبیر صاحب فرماتے ہیں ”ہندوؤں اور مسلمانوں کا منبع و مرجع کیا ہے۔ اور ان کا مذہب کس سے جہا ہے؟“ لینے دل میں ان باتوں پر غور و خوض کر کے مجھے ہٹاؤ۔ بہشت و دوزخ کس کے لئے بنے ہیں؟

میں نہ بھوکا چوں اور نہ سیر ہوں۔ نہ خریاں ہوں اور نہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہوں۔  
 نہ بنتا ہوں۔ رو تا ہوں۔ نہ میرا کوئی گھر ہے اور نہ میں بے گھر ہوں۔ نہ میں کھنگار  
 ہوں اور نہ گھنا ہوں سے پاک ہوں۔ میں بدی یا تہیک کی کار راستہ نہیں جانتا۔ چلیے شا  
 چو شخص خدا سے محبت کرتا ہے۔ بند ہو یا ترک دمسلمان، جو نیسے علیحدہ رہتا ہے  
 دنیا میں شیعہ ہی ہیں اور سنی ہی۔ لیکن ان سے میری نہ پڑا (ذہب) علیحدہ ہی ہے۔  
 حضرت یلھے شاہ صاحب کی ایک بہت مشہور کافی ہے جس میں وہ ان تکالیف  
 کا توضیح کے ساتھ بیان کرتا ہے جو محبت کے راستے میں پیش آتی ہیں اس کافی کا اس  
 جگہ تدریج اس لئے ضروری خیال کیا گیا ہے کہ وہ تصوف کے سلسلہ محبت پر بہت کچھ  
 روشنی ڈالتی ہے۔ ۵۔ کافی

رہ رہے عشقا مار یائی

کہ کہ سنوں پار اتا ریائی

اس عشق کے چڑے اونہر عشق نہ چھپ واپا ہر اند

عشق کیت شاہ مشرف قلندر باراں در ہے دریا وچہ شہا ریائی

رہ رہے عشقا مار یائی

آدم کن کوں سنیع کرایا آپے طر شیطان وڈر ایا

کڈر بہشتوں زمیں لایا کپٹ پیار پار یائی

رہ رہے عشقا مار یائی

موسے انہن کوہ طور چڑھایو اسمعیل نوں فرج کرا یو

پرنس مچھی توں بنگلہ ایو پھرس تھے پر چا ہڑ یائی

رہ رہے عشقا مار یائی

منصور توں چاسولی دتا رہہ سردا کھوایا پستا  
 زکریا عسر کلو تر دتا اسدا کی کم ساریائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

خواب زلیخا نوں وکھلایو یوسف کوہ دے وچہ پوایو  
 بہایاں نوں الزام ۱۰ بو تان مرتب چاہیائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

نزد توں آپ خدا کرايو اس نے رب نوں تیر چلایو  
 پھر توں منہ و دم وایو قاروں زمیں نگھساریائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

فوجاں قتل کراںیاں بہایاں مشکاں چھپیاں توں کھلایاں  
 ڈٹھی تیرسی قدرت سایاں ستریتنوں بلہساریائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

کیر دیا نڈو کرس لٹاںیاں اٹھاں جاناں تنداں چھپاپ  
 آٹے بہانی مارن بنایاں کھراںیاں نوں نرواریائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

نین یلے دے وہاں پاپا تان محسنوں نے کہیاں لایاں  
 آہنوں ماراں عشقی جسگسایاں کہو بے پس گزارا یائی  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

سستی تہلاں دیوچہ زلانی سوہنی کچے گھرے روڑ تانی  
 رادے چکھے گل گوانی مگرے کہ کر ماریاں  
 رہ رہ دے عشقا ماریائی الخ

عشق تیرا ہیرے دل دھلایا      تاں راتھجے نے کن پڑایا  
 صاحبان نوں دیا ہن آیا      سر مرزے دا وار یائی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

مغلاں زہر پیالے پیتے      بہو ریاں دا لے راجے کیتے  
 سب اشرف پہن چپ کیتے      بھلا انہماں نوں جھاڑ یائی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

عیسے نوں بن باپ جمایا      نوے پڑونان منگایا  
 ماں مچو دے پتہ لڑایا      ٹوب انہماں نوں جھاڑ یائی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

بھٹھے سلیمان توں جھکویا      ابراہیم چمچہ چسپا یو  
 صابروے تن کیڑے پایو      حسن زہر وے ماریائی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

شاہ سرد دا گلا کٹا یو      شمس تے جاں سخن الایو  
 تم باذنی آپ کہا یو      پھیر سروں کھل آتاریائی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

بھسا شاہ فقیر بے چارا      روشن جگ وچ نام تھارا  
 چلیا دے گے کوچ نقارا      جھوٹوں سچ نسا ریا ئی  
 رہ رہ وے عشقا ماریائی الخ

ترجمہ سخن راہبہرتے توجھ ماڈالو، مجھ تہا کہ ایسا کون شخص ہی جس کو تہ نے صحیح وسلامت  
 نیلے مجھ پارانہ آرو اور مجھ کے ہمتی علم میں عابدانہی تک اسکی زور سے نہیں بچے تہا  
 تہ نیش دانہ جہ قول مجھے بارو میں تک رہیں گاتہ تہ ہے۔ آدم کو گیہوں کھانے سے منع کیا



بہائی نے بہائی کو قتل کیا۔ اس طرح ہزاروں مرتب ہوئے۔ بتا کہ تو نے انکے ساتھ کیا انصاف کیا؟ تو نے کچھ ان کے ساتھ کیا کیا؟ تو نے کرشنا جی کو کہن چرانے پر مائل کیا۔ اور تو نے ہی راجہ کنر کو قتل کر لیا۔ محبت نے لیسے کو مشہور کر دیا۔ کیونکہ محبتوں اس کو اپنا دل دے دیا تھا۔ اس کو محبت کی تلخی مسخ ہو گئی تھی۔ کیونکہ کئی سال تک وہ کنوئیں میں رہا۔ تو نے بے حسستی کو در پیر پھیر دیا۔ اور سوہنی کو دریا میں غرق کیا۔ جب روڈو اگی باہی آئی تو نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جب میر کے دل کو محبت نے آگہیرا رکھا فقیر بن گیا۔ اپنے کان چھوہ والے۔ جب صاحبان نے جام محبت پیا۔ اس نے مرزا کے لئے اپنی جان دیدی۔ کھل اوٹھنے والے بادشاہ بن گئے۔ اور مغلوں کو زہرینا پڑا۔

۱۷۔ یہ ایک عابدت لڑکی تھی جس سے کرشن جی کو محبت تھی۔ یہ کہانی بھی مہا بھارت میں درج ہے کنس کرشن جی کو پچا تھا۔ جو اپنے ہتھیوں کے ہاتھوں، راگیا تھا کہن کا چرانا کرشن جی کے زمانہ شاہا کی ایک عادت تھی۔ ۱۸۔ یہ پوچھتان کے حسن و عشق کا قصہ ہے جو پنجاب میں خاصی شہرت رکھتا ہے۔ سوہنی محبت کی وجہ سے اپنے عاشقوں کے لئے جان دیدی تھی ۱۹۔ یہ ایک حسن و عشق کا انصاف و مہینوال جس کا اصلی نام ہرمنوت سنگ تھا۔ پنج یا بنجارا کا رہنے والا تھا۔ وہ اتفاق سے سوہنی کے عشق میں جلا ہو گیا جو گجرات کی ایک کلبا کو لڑکی تھی۔ مہینوال اس لڑکی کے سوہنی چرانے کے لئے نوکر ہو گیا۔ لیکن آخر کار اس کے والدین نے اسے نکال دیا۔ وہ اپنے عاشق کے دیکھنے کے لئے مشکوں کی کشتی پر بٹھیکر دیلتے چناب کو طے کیا کرتی تھی۔ لیکن یہ راز بالآخر معلوم ہو گیا۔ اور اس کے ایک مرتبہ وارنے کے بدلے میں ان کی سجا کچے شکر رکھ دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ سوہنی ڈوب گئی۔ اور مہینوال نے ہی دریا میں جان دیدی۔ روایت کو مطابق کنی وائیں پوچھتا پائی گئیں۔ نرکی کا فاندان اب تک ہے۔ اور نرکی عورتیں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے مشہور ہیں ۲۰۔ روڈو اجلائی کا عاشق تھا۔ یہ کبھی متذکرہ بارہا قصہ کی طرح محض حسن و عشق کا انصاف ہے ۲۱۔ شہ پیر اور راجہ پنجاب کے۔ دیوار اور ریٹ ہیں۔ وارث شاہ نے جو پنجابی زبان کے بہت ہی مشہور اور معروف شاعر ہیں اس قصہ کو نظر کیا۔ یہ میر کا سقہ و ضلع جہنگ میں ہی قصہ پنجاب میں بہت مشہور ہے ۲۲۔ یہ بھی حسن و عشق کا انصاف

دیانت دار شخص نے اپنی زبان روک لی۔ اور تو نے انہی بچی مسرت بھری

تو نے ہی حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور حضرت نوح پر نوحان بھیجا۔  
 اور باپ میتوں میں لڑائی ڈلا دی۔ پہر تو نے انکو عرقاب کر کے سزا دی۔ تو نے حضرت  
 سلیمان سے آگ جلاوائی۔ اور خود حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوا یا۔ تو نے حضرت ایوب  
 کے بدن میں کیڑے ڈلوائے۔ اور حضرت حسن کو زہر پلایا۔ تو نے ہی مسد کا سر اڑا دیا۔  
 اور تو نے ہم "قم باؤنی" کہلوا یا۔ اور حضرت شمس کی درخواست پر انکی مچلی کو بھون دیا  
 تجھے شاہ ایک غریب فقیر ہے۔ اور یہاں سے کوچ کا فائدہ بجا نہ ہے۔ میرے نام  
 کی روشنی ہی دنیا میں چمک رہی ہے۔ کیونکہ میں نے جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کر دیا ہے  
 یہ ایک عجیب کافی ہے حضرت شاعر صاحب قرآن شریف کے عدد صفحات  
 سے پچھروں۔ پنجیوں۔ ہندوں کی روایتوں۔ ویو تالیف۔ مشہورہ تعلیمی جگہوں اور  
 پڑانے زمانہ کے عاشقوں کو اپنی اس نظم میں محبت کی پر زہ طاق کا اظہار کرنے کے  
 لئے آئے ہیں۔

یہ کافی بہت سے اشخاص کا ایک عجیب اور بے مثل مجموعہ ہے۔ یہ نظم مضر بنی  
 کالوں پر ویسا ہی تعجب خیز اثر رکھتی ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ وہ میو اور جو لٹ یا  
 ڈوسیاٹن کا حال تو زہ تہنوں کے تیر یوں باب میں مذکور ہے۔ اس کافی کے پڑھنے  
 کے بعد ایک معمولی شخص کے خیالات قدر تاں صوفیہ خیال کی نسبت کہ خدا تعالیٰ کی محبت  
 کیا چیز ہے۔ ہزاریشان سے ہو جاتے ہیں۔ وہ اس بات کا خیال کرنے لگتا ہے کہ آیا خود  
 شاعر صاحب نے ہی اس بین سرق کو محسوس کر لیا ہے جو انسان اور خدا میں ہے؟  
 لیکن اس ستم کی تنقید مغربی لوگوں کے لئے خواہ کتنی ہی مستحق اور مناسب کیوں نہ  
 ہے حضرت بے شاہ صاحب کی زندگی میں کئی پنجاب میں وٹ مار کر ہے تھے آپ اس شعر میں ملوں جو

اس وقت حاکم ہے ہمدردی بظاہر کرتے ہیں ۱۲



ایک صوفی کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ بچھے شاہ جیسے شاعر کے نزدیک جہنم  
 دوست "میں مرثا رتھے۔ اور جس کی کچھ تشریح ہم سوئٹن برن کی نظم "ہر تھا" میں  
 پاتے ہیں۔ ہر ایک چیز جو وجود اور زندگی رکھتی ہے اور متحرک ہے۔ اسی ایک ذات کا جلوہ  
 ہے جو ہر جگہ پہلی ہوئی ہے۔ اور تمام خیالات جنہوں نے مرووں اور عورتوں میں کام کاج  
 کرنے کی روح بھونک دی ہے۔ کائنات کی روح کے جلوے میں۔ لہذا انسان اور  
 خدا میں تفاوت جاتا رہتا ہے۔ درحقیقت اگر صوفی کے عقیدے کو مشہور شاعر  
 کو لوج کے الفاظ میں ادا کیا جائے تو وہ یہ ہے :-

"تمام خیالات۔ تمام خواہشات اور تمام خوشیاں اور وہ چیزیں جو اس  
 "خانی انسانی پیکر کو گھیرے ہوئے ہیں صرف محبت کی غلام ہیں اور"  
 "اس کی مہارک شمع کو روشن کرتی رہتی ہیں؟"

اس پیرائے میں جو حضرت بچھے شاہ نے محبت کے متعلق اپنے خیالات کے ظہار  
 کے لئے اختیار کیا ہے، ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ صرف بچھے شاہ  
 ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام پنجابی قصص حسن و عشق میں پائی جاتی ہے یعنی  
 یہ کہ عاشق ہمیشہ عورت دکھائی جاتی ہے۔ اور معشوق مرد۔ جب ہم خالص مذہبی  
 نظموں کو جیسی حضرت بچھے شاہ کی ہیں پڑھتے ہیں تو یہ بات عجیب معلوم نہیں ہوتی  
 کیونکہ پیشتر سے غزل الغزلات نے ہمارے کانوں کو آشنا کر دیا ہے۔ لیکن جب  
 ہر ان نظموں کو پڑھتے ہیں جو خالصتاً حسن و عشق کے افسانے ہیں، اور کچھ بھی روحانی  
 معنی نہیں رکھتے، تو یہ عاشق و معشوق کی تبدیلی مغربی خیالات کو عجیب معلوم ہوتی  
 ہے۔ ہم مغربی لوگوں کے نزدیک جن کے کانوں میں اب تک قرون وسطیٰ کی مثنویوں  
 کی آوازیں گونج رہی ہیں، عورت نصف ولوی کا مترتبہ رکھتی ہے۔ اور وہ ایسی ذات  
 ہے جس کو بپرستہ کرتے ہیں۔ مایہ باب عاشق ہمیشہ دموات ہے۔ اور عورت

ہمیشہ معشوق۔ اور مغربی یورپ کے اچھے حسن و عشق کے افسانوں میں یہی بات دیکھی جاسکتی ہے کہ مرد و عورت سے محبت کرتا ہے۔ تقریباً تمام پنجابی شاعر جو غور سے یہی عاشق دکھائی جاتی ہے۔ اور وہ معشوق۔ عورت ہی ہے جو اپنے آقا اور مالک کے ہجر میں آہ و زاری کرتی اور روتی ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو تعریف کرتی ہے۔ اور مرد ایک دیوتا جیسی وہ پرستار کرتی ہے۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اس علمی روایت کا اصلی سبب کیا ہے۔ خود پنجابی شعرا بھی اس کو نہیں جانتے۔ جہاں تک میرزا علم رسائی کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ روایت اہل پنجاب کی عربی، فارسی اور سنسکرت علم ادب سے درفتہ میں نہایت سنجی ان تینوں زبانوں میں غزل کے لئے یہ قدرتی بات تسلیم کی گئی ہے کہ مخاطب عورت کو بنایا جائے۔ ایک دفعہ میں نے پنجاب کے ایک شاعر سے پوچھا تھا کہ اس شخصیت کی وجہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس نے اس بات پر پہلے کبھی غور نہیں کیا تھا، اس لئے وہ بھی اس کا قابل ٹھہرنا جواب سوچنے میں پریشان رہا۔ اور آخر کار اس نے یہ بات نکالی کہ مرد کے لئے یہ امر زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس سے محبت کی جائے بہ نسبت اس کہ وہ خود محبت کرے۔ اور اس روایت کا مقصد صرف یہ ہے کہ مرد کی بزرگی اور مرتبہ کو قائم و بحال رکھا جائے۔ ایک اور شاعر نے میرے دریافت کرنے پر مجھے لکھا کہ "ایشیائی لوگوں کا حسیار کی نسبت کچھ اور خیال ہے۔ کوئی شاعر کسی ایسے مضمون پر غراہ وہ نچرل ہی کیوں نہ ہو، اس قسم کا کوئی مضمون نہیں لکھ سکتا جس سے لوگوں کے حیا کے خیال کو صدمہ پہنچے۔ اس لئے شعرا عام طور پر دوسری قسم کے مضمون پر نظیں لکھنے کے لئے مجبور ہیں۔ رفتہ رفتہ عورت کو خاص محبت کی پتلی یا محبت کی دیوی خیال کر لیا گیا۔" آخر میں وہ شاعر جو اپنے ملک کے لوگوں کو دوسروں کی نسبت چھی طرح جانتا ہے لکھتا ہے کہ "یہ روایت بالکل فطرت اور نچر کے موافق ہے کیونکہ

پنجابی عورت پنجابی مروت سے نیا اور محبت کرنیوالی ہوتی ہے۔

ہاگم آئین مجھ سے کہتے ہیں کہ ”اس قسم کی عورت بدیت آج کل ترک کرنا چاہیے۔  
 یہی ہے۔ لیکن اس کا راسخ ہے کہ اس روایت کی انتہا بقوت ایک سے اچھے سے  
 زبانوں میں مل سکتی ہے۔ لیکن اس کی بنا اور سبب دریافت کرنا بہت ہی تیراں ہے۔  
 پڑھنے سے۔ اور پھر بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی قہر لکھنا سبب و دین ہے۔  
 خیر جو کچھ بھی اس عجیب روایت کی وجہ ہو یہ بہاؤ سلسلہ ہے کہ پنجابی عورتیں  
 پر اس کی شہرت کی شہرت کو کم کرنے والا اور ہلاک تر پڑا ہے۔ اعلیٰ شاعر محمد  
 رحمن کی عزیزوں کا مہر ہے۔ ”میں نے یہ کتاب ”فخانیوں کی سست سست“

”*Novas Populares dos Afghans*“ میں یہ تمہا ہے

کی ایک کافی خوب سے ”مستقیم طور سے برابر آیت“ ہے۔ یہ  
 نہیں ہے۔ بات اہل میں یہ ہے کہ شہابی شاعر کی ”یہ لکھی ہوئی ہے۔  
 عورت کی ہی سب باتیں اخلاقیات جذبات وغیرہ، ختم ہے۔ اور پھر یہ ہے۔  
 شہابیوں کا اظہار کرتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام ذاتی اور اصلی  
 سوجھتا ہے میں۔ اور ان کے کج ہے غیر لفظاً اور نہ ہی  
 شاعری نصرت کے موافق ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔  
 بعض فحشی عشقیہ شعر۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔  
 (شہابی ہے)

شاعر ہونے کی حیثیت سے مجھے من علیٰ مرہبہ کے شاعروں کی صف میں شمار  
 بند ہوئے۔ بر خلاف اس کے وہ ایک سے تعصب مدہجی جس کے میں جنہوں نے نظر کو  
 ایسے حیرات اور تعجب کے خاطر کرنے کا جو بہا سے اور جنہوں نے زیادہ تر ان کی  
 اور اپنے ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔

لباس پہنائیں، اس لئے میں اب صرف اُمّی تصنیف بر سے ایسے اقتباسات پیش کروں گا جو ان کے فلسفہ اور اُکتے اس خیال پر کہ: "ہر انسان کا کما حقہ راز و مخفی ہے۔" روشن ڈالے گا وہ اس بات کو سمجھتی ہے۔ سچے منہ سے ہیں کہ تصوف کا سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

سچے خاں کو کہہ کر کہہ رہا ہے سب کچھ جانوں، اڑاؤں

پر بارانِ بے پناہ نہیں ایسے مخفی کُل سوہیتِ دی سے

مگر چھوڑو اگر میری عفت نہ کوئل کروں تو تم لوگ نہ سہی جھگڑے بہو کر اپنے ہوئے  
ہوئے دوستِ رضا سے ملنے کی خواہش کرینگے۔ درجی مخفی بات ہے:

لبھا شوہ اسان نہیں دیکھ نہیں بن شوہ تہنہ د با کتھ نہیں

پر دیکھن والی اکٹھ نہیں تاہیں جان پئی دیکھ بہندی ہے

جد میں سبق عشق واپڑیسا دریا دیکھ وحدت و اڈریا

گھن گھیرن ویوچہ ٹیا شاہ عنایت کیستاپار

مگر چھوڑو بلیے: ہمارا عشق ہم سے جدا نہیں ہے۔ ہر دم صرف اسی کا خیال کیا گیا  
سچائی کو دیکھنے کیلئے کوئی آنکھ نہیں ہے۔ اسی لئے محبت میں انسان کو تکلیفیں  
پہنچتی ہیں۔ جب میں نے محبت کا سبق لیا تو میں دریائے وحدت دیکھ کر بہت ڈرا  
میرا دریا کے محبت پر یہ عقاب چورا تھا۔ لیکن میرے پیروں میں حضرت عنایت شاہ  
صاحب نے مجھے پارانہ مار دیا۔

حضرت بلیے شاہ دوسرے نوکر کی طرح اس بات سے ناراض ہوتے ہیں

کہ بے وقوف لوگ دنیا میں شیشیں بکھرتے۔ یہ ادا کی بسر کریں۔ میں خیر سے ہند

سلا اور بانی محبت جس کی پناہ ہے کہ اس کے

کرنا ہو۔ ایک سینہ یہ ستارہ ہے جس کو خفی میں کے داور رکھتے ہیں۔

ہرگز نہیں مانتے ہیں :-

پاڑھیوں سے میں نشاںیں      پاڑھیوں سے میں نشاںیں  
کئی منصف جو زوارے      تہا میں دسناں ہاں  
پاڑھیوں سے میں نشاں ہاں

عالم فاضل میرے بھائی      پاڑھیوں میری عقل گواہی  
عشق دے بارے      تہا میں دسناں ہاں  
پاڑھیوں سے میں نشاں ہاں

تہا اینساں توں بھی آئے آیا      داوا گو دکھلا یا

مترجمہ :- میں ان لوگوں کی صورت سے بھاگتا ہوں جو جاہل ہیں لفظی چیزوں  
نے کتاب علم کا چوتھائی حصہ پڑھے) اگر یہاں کوئی منصف مزاج اور عقلمند آدمی ہو  
تو میں اُسے بتاؤں عالم لوگ میرے بھائی ہیں لیکن جو کتاب علم سے بہت ہی کم بہرہ ور  
ہیں۔ وہ تو مجھے پاگل سے دینے ہیں۔ اگر کوئی عاشق آئے۔ تو میں اُسے بتاؤں۔ بھلا!  
تم دوسروں کی نسبت علم میں بہت آگے نکل گئے ہو۔ تم نے اپنے دادا کو اپنی گود  
میں کھلیا ہے ؟

ایک کافی جو باؤ کے کیسائنت اور یگانگت (وحدت) کے متعلق ہے

ان قابل سے کہ یہاں لکھی جائے :-

مائی قدم کریندی یا :-

مائی جڑا مائی گھوڑا      مائی کا اسوار

مائی مائی نوں دوڑائے      مائی کا اسٹکار

مائی قدم کریندی یا :-

سیدہ شہر سو مائی میں ان کے دادا ان کے مقاب میں محض ایک طفل شیر خوار ہیں ؟

ماٹی دنیٰ نہ رہے گی      ماٹی دے تجھ سے یار  
جس ماٹی پر رہتی ماٹی      تس ماٹی منکار

ماٹی متدم کریندی یار

ماٹی باغ بونچھ پھ آئی      ماٹی دی گلزار  
ماٹی ماٹی نوں کی گئی      ماٹی دی بہار

ماٹی متدم کریندی یار

بہس کبھی پھرنی ہوئی      ماٹی پاؤں پار  
بہا! جاں ایہ بھانجی      لاہ سردوں بہو میں مار

ماٹی متدم کریندی یار

ترجمہ :- ہر متحرک چیز خاک کی بنی ہوئی ہے۔ سوار کا لباس مٹی سے مرکب ہے۔ ادا سا گھوڑا بھی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ خود سواری خاک سے بنا ہے۔ خاک خاک کو دوڑاتی ہے۔ آواز ہی خاک کی بنی ہوئی ہے۔ مٹی مٹی سے جنگ و جدل کرتی ہے۔ ادا ہتھیار بھی خاک کے ہیں۔ زمین جس پر خاک بنتی ہے مٹی سے مرکب ہے۔ باغ و گلزار مٹی کے ہیں۔ پھول بھی مٹی کے ہیں۔ خاک سے خاک ملنے آتی ہے۔ سوتی ہوئی چیزیں (موہ) انسان و وحوش، بھی مٹی کے ہیں۔ آخری شعر میں بلھے شاہ مشرقی قاعدہ کے موافق اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: "بہا! جب تم اس جسم کو حل کر لو تو تمہیں چاہیے کہ غرور و کبر دے کے لباس، کو اتار کر سپینک دو جا"۔

بنسی اچرچ کا بن بجانی

بنسی والیا چا کا رانجھا      تیرا سرب نال ہے سانجھا  
تیریاں موجاں ساوا مانجھا      ساٹے ستریں آپ ملائے

بنسی اچسبج کا بن بجانی

بنی سب کوئی سنے سناوے ارتھ اس دا کوئی ورلا پاوے

جو کوئی انخ دی سرفاویے - اس بنی دا سووانی

بنی اچھ کا بن بجانی

بنی سب سے پنج ست تائے آپ اپنی سر بہر دے سارے

کس سر سب دیوچہ دم مالے ساڈی اس نے کوشش بھولائی

بنی چھ کا بن بجانی

اس بنی والماں لسیکا جس نے جو موٹا تے نے دیکھا

ساری اس بنی وی رکھا اس وجود و محشت اٹھائی

بنی اچھ کا بن بجانی

بہتا سچ پئے تکرار بوے آن کھلوتے یار

رکھیں کلمے نال جو یار تیری حضرت بہرے گوہی

بنی چھ کا بن بجانی

سر حمیدہ تم نے عجب طرح سے بانسری بجاتی سے اے بانسری بجانے واسے تمہاری

بانسری کے گنی سوراخ ہیں۔ اور ہر ایک کا ستر علیحدہ ہے لیکن تمہارا گینت سب سوزن کا

موانہ کریتا ہے۔ ہر شخص بانسری بجانا ہے۔ اور اس کی آواز سنتا ہے لیکن بہت کم

وگ لے رہے ہیں جو گیت کے معانی کو سمجھ سکتے ہوں۔ اس بانسری کے پانچ سات

سوزن ہیں۔ وہ سہ پنچ پڑا ستر بہتے ہیں۔ لیکن باوجود اسکے ان سب میں ایک

ستر ایسا ہے جس نے مجھے ہمیشہ کربا پائی۔ یہ مجھ بہت ہی غور طلب ہے لیکن جو لوگ

سہرا کرتے ہیں وہ اسکا جواب پائی لیتے ہیں۔ اسی بانسری کی تمام رونق ہے۔ اسی سے

سنات ظاہر ہوتے ہیں۔ بھہا! ہمیشہ ذکر آئی رکھو۔ دوست دروازے پر کھڑا ہوا

ہے۔ کلمہ لا آہ الا انت محمد رسول اللہ کی تکرار کرتے ہو پھر مسیحا کی جا سکتی ہے کہ





سے پیدا ہوتے ہیں۔ بہم جاتے ہیں،

جس جس دامان کریں توں سو سبھی سنگ نہ جاناں  
 خموشش شہر نذر دیکھ ہمیشہ سارا جاگ جس نہ سماں  
 رین گئی لنگے سب تارے اب تو جاگ سو واگر پیارے  
 اوگوں سر میں ڈیرے تیں اجے نہ سینوں کوچ نقارے  
 تفل جس دن جو بن متھی سی توں نال عراندے رتی سی  
 ہونا فل و نیا دتی سی ہن باہیں تیری بہا نہیں  
 توں کھا کھا کھا نے جی سی تیں کولوں گوں تیا نہیں  
 آج کل تیسرا مکناوہ ہے بک ٹوہیاں نال ماوا۔ بے  
 بلہا شوہ بن کوئی نامیں ایچھے اوچھے وہیں نہیں

ترجما۔ تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں مواضع دیا جائے گا۔ شہر محبت کا یہی دستور ہے۔ تمہیں دنیا میں روزخ کی سی تکالیف برداشت کرتے ہو، لیکن آبیروالی زندگی میں تمہیں خوشی کا پہل ملے گا، جس کا تم اتنا غرور کرتے ہو کیا چیز ہے؟ یہ قبر میں تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔ ہر وقت شہر خوشنشان کا خیال رکھو جہاں تم کو بالضرور جانا ہے، اے مسافر! رات گذر گئی، ستارے غائب ہو گئے ہیں اب اٹھ بیٹھو۔ انسان محض سرے میں رہنے والا ہے۔ کیا تمہیں نقارے کی آواز نہیں سنائی دیتی؟ تمہیں اس دنیا میں ہمیشہ کیلئے نہیں رہنا ہے۔ اس لئے مت سو۔ جب تم جوانی کے غرور میں رہتے تھے تو تمہیں خوبصورت لوگوں کے ساتھ ملنے سے خوشی ہوتی تھی، لیکن اب تمہارے بازوؤں میں کچھ زور نہیں رہا ہے۔ تم نے اس دنیا میں کھانا کھایا ہے۔ اور ضیافتیں اڑائی ہیں۔ لیکن اب تمہیں یہی باتیں خواب و خیال معلوم ہوتی ہیں۔ جھکل میں تمہیں کوچ کرنا ہے اور اپنے پیارے سے ملنا ہے۔ بلہا بودوں

جہاں میں بغیر خدا کے اور کوئی ہے؟

یہ جملے جو ہر ایک واعظ کی کتاب میں مل سکتے ہیں اور جنہیں بلجھے شاہ نے نظم میں بیان کیا ہے انہیں ایک سچا واعظ اور تابع کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ اب ہمیں ان کا دوسرا پہلو دکھانا ہے جو بحیثیت ایک ایسے فلسفی کے ہے جو پیدا کا یہ مسئلہ ہمہ اوست کہ بدلائل منطقیہ پر پہنچا دیتا ہے۔ شاعر صاحب حضرت ایوبؑ کے مہیا کا زہجہ میں خدا تعالیٰ کو اس طرح سے مخاطب کرتے ہیں:-

موسےؑ لے فرعون بنا کے دو ہو کے کیوں لڑو؟

منصور پر پائے کہیا انا الحق کہہ کیا لیں

ترجمہ "اے خدا! تو نے فرعون کو حضرت موسیٰؑ پر مقرر کیا پھر اس طرح سے تو خود کیوں لڑو کہ اپنے آپ سے لڑتا ہے؟ اگر منصور نے اپنے آپ کو خدا کہا تو کس نے اس سے یہ بات کہلاوائی؟" لیکن یہ جلدی ہی اس بات کو محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ مسئلہ قطعی طور پر چھائی اور برائی اور حق و باطل کے فرق کو دھونڈالتا ہے۔ اور اس نتیجہ کو دیکھ کر جو وہ بدلائل پیدا کرتے ہیں ہم سے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

ایسی نازک بات میں کیوں کہنا ناں کہہ سکداناں جروا

ترجمہ "میں نے ایسی نازک بات کیوں کہی کہ وہی مجھے یہ ہرگز نہیں کہنی چاہیے تھی لیکن میں اس کے ظاہر کر نیسے باز بھی نہیں رہ سکتا تھا؟"

حضرت شاعر صاحب کو یقین ہے کہ گناہ کی ابتدا ایک خونناک معصہ ہے اور وہ اپنے ریمارک کو اس فقرہ پر ختم کرتے ہیں کہ خدا کی محبت ایک بہیٹ یا ہوا سنا کا ہوتا ہے اور اس کا گوشت کہا جائے؟

سچ منصور ایک زبردست صوفی تھے جو مسئلہ ہمہ اوست کے قابل تھے انہوں نے اپنے آپ کو خدا سے مناسبت دی اور اس پر وہ علمائے شریعت کی جوہری کے سامنے پیش ہوئے اور آخر کار خلیفہ اعظم کے حکم سے پہاڑی پر لٹکانے گئے۔ ان کا مزار عین بدلتا میں ہے۔

اس طرح سے بلیٹھے شاہ جو پنجاب کے ایک تیار شاعر اور واعظ ہیں سچائی کی تلاش کے انجام پر اپنے آپ کو بالکل فرانس کے ایک مشہور فلسفی پائسٹل کی حالت میں دیکھتے ہیں جو غور و فکر کر کے اپنے نتائج پر حیران و پریشان تھا، اور جو آخر کار اسی پریشان حالت میں چلا اٹھا اور کہا: میرے خدا میں کب تک اسی حالت میں رہوں گا۔ جو میرے لئے ایک قسم کا خدا ہے اور عقل کے لئے سوچ و بچار کا مشغلہ ہے ۴

اس طور سے مشرقی اور مغربی سچائی کی تلاش میں ان کی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور زندگی کے نہ حل ہوئے عقیدوں کے سلجھانے میں پریشان ہیں۔ لیکن دونوں اپنے سفر زندگی کے اختتام پر ضلئے حل و علا کے سامنے جھٹک جاتے ہیں ۵

## نتیجہ

۱۵ یہ شخص بقیام کلر نوٹ ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ یہ بڑا زبردست فلاسفر اور مشہور فرانسیسی اہل قلم ہے۔ ریاضی سے اس کو قدرتنا مناسبت تھی۔ اس کے والد نے اس خیال سے کہ کہیں اسکی توجہ دوسرے کسی فنون کی طرف مصروف نہ ہو جائے اس کو علم تعلیم سے سیکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن اسکی طبیعت نے خود اظہار کے پہلو متاد گئی شکلوں کو دریافت کیا۔ اسپرٹس کو اس علم کے سیکھنے کی اجازت دیدی گئی چنانچہ وہ علم ریاضی میں کسی کتابوں کا مصنف ہو تقریباً بیس بیس کی عمر میں اسے مذہب اور علم معرفت کا شوق پیدا ہوا اور یکایک تمام تعلقہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس وقت سے تصوف کے مطالعہ اور مناظرہ میں مشغول ہو گیا۔

۱۶ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ میرے بھنسن کی دنیاوی اور روحانی ترقی ہو۔ آخر ۱۹۵۵ء میں ۱۶ پورٹ رائل چلا گیا اور اپنی زندگی کے باقی دن وہیں بسر کئے۔ ۱۹۶۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا اس کی ایک کتاب *Pensees* جو تصوف کے متعلق ہے

انگلستان میں شہرت رکھتی ہے ترجمہ

برنی بی لے

الہ آبادی کے کلام مجر نظام کا مجموعہ ہے۔ اس میں گل و بلبل کا رونا نہیں ہے بلکہ خودداری ہیئت۔ ہمدردی اور عبرت پیدا کرنے کے نازیبا نہ ہے قیمت غیر مجلد چہر

### دوریا کے لطافت

میر انثار اللہ خاں مرحوم کی بے مثل کتاب ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جو اردو زبان کی تحقیق و محاورات و الفاظ وغیرہ پر نہایت خوبی سے لکھی گئی ہے۔ قیمت چہر

اس میں انگریزی زبان کے وہ تمام لغت

### کلید اخبار سینی یا اخباری لغت

مجاورے اور اصطلاحیں وغیرہ درج ہیں جو اردو اخبارات میں آتے اور متعل ہوتے ہیں اور انگریزی نہ جاننے والے حضرات اسکو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس کتاب میں ان کی تشریح کر دی گئی ہے اسکا مطالعہ کیے بغیر اخباری کالطف نہیں ہے۔ قیمت صرف ۱۲

اس میں خوراک کے متعلق ہر مسئلہ پر بحث کے علاوہ اجزاء مقدار۔ فوائد و نقائص اور ہر کھانسی چیز اور نضام

### ماکولات و مشروبات

طعام وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔ اسکا ہر گہر میں لازمی ہے قیمت صرف للصر

اس میں پنولین عظم کے کارنامہ اور ماش کی زندگی کے تمام واقعات

### پنولین عظم

ما تعصب طرفداری اور راست بازی کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ پنولین دینا کا ایک بڑا نامور فاتح اور ولوالو العزم سپہ سالار گزرا ہے۔ دو ہزار تین سو صفحے ہیں اور پانچ جلدیں ہیں۔ قیمت غیر مجلد چہر اور قیمت مجلد کامل چہر

بند و مذہب کی تعلیم عقائد، رسواخ عمری سری کرشن جی مہاراج اور گوتم کی زندگی کے حالات کا نہایت حیرت انگیز ذکر کیا گیا ہے

### بہیمان ہند

۲۰۰ صفحے کی ضخامت ہے قیمت صرف ۴۰/-

**مشاہیر یونان و رومہ** اس میں قدیم یونانی اور رومی مشاہیر کے حالات زندگی درج ہیں نیز ایثار جب وطن چھوڑ دی اور لو العزیز کے

ایسے کارنامے ہیں جو یقیناً دلوں کو ہلادیں گے۔ دنیا میں آج تک اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ہماری قوم ملک کے ہندو۔ مسلمان نوجوانوں کے لیے بھلائی کا مفید ہر در و حصولِ نجلد کی قیمت صیر غیر مجلد للیعر۔

**فلسفہ اجتماع** اس کا موضوع لفظ اجتماعی یعنی جماعت کے اعمال تو اے و مافی کی تحلیل و تشریح ہے نہایت عالمانہ پیرائے میں لکھی گئی ہے

نوعیت کی بہترین کتاب ہے۔ قیمت صرف ۴۰/-  
**مقدمات الطبیعیات** انگلستان کے مشہور سائنس دان اور حکیم کپلی کی کتاب کا ترجمہ ہے اس میں مظاہر فطرت کا بیان عالمانہ انداز اور جامعیت کے ساتھ کیا گیا ہے یہ کتاب بیشک قابل مطالعہ ہے قیمت ۴۰/-

**مبادی سائنس** علم سائنس پر نہایت خوبی کے ساتھ سید احمد غزالی نے لکھی ہے اور یہ پیمبر صاحبی فرسنگ بھی شاعر اور دی گئی ہے۔ سائنس کے

شاہقین کے لیے بہت بکارتد ہے۔ قیمت ۴۰/-

**رموز عظام و کھل** یہ کتاب فوٹب کا لائٹنی مجموعہ ہے سر لیکر پاؤں تک کے کس امرض اور ان کے ہتھول کے لڑاویہ کا طریقہ تشخیص اور معالجہ کا بیان ہے بغیر استاد کے ہر صنف کا علاج ہر شخص کر سکتا ہے۔ قیمت صرف چھ روپے سے۔

یہ کتاب عبد القدر والاخوان تاجران تہ نمبر ۱۰۰ چھٹے ایڈیشن میں طبع ہوئی ہے

